روزے میں سرمہ لگانے اور آنکھوں میں قطرے ڈالنے کا جواز
(ایک فقہی بحث)

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج
ڈین، کلیہ معارف اسلامی، جامعہ کراچی

Abstract

Last days there has been a discussion regarding whether one should wear surma or kajal while observing the fast. Moreover, if the fast is annulled by having eye drops as a medicine, or not? Last Ramadan this debate was a hot topic on several TV channels. I also studied two fatwas on this issue. One of them is Munib-ur-Rahman's fatwa that surma or kajal does not affect one's fast. However, he believes that putting eye drops will annul the fast. This saying is in fact rejecting the fatwa of Mufti Muhammad Ibrahim Qadri (Member of Islamic Ideology Council, Govt. of Pakistan). Munib-ur-Rahman's fatwa is further evaluated by Mufti Muhammad Rafiq-ul-Husni. He wrote that the eye drops does not have any effect on fast. On this issue I prefer the same view. But I have analyzed the arguments of both fatwas in my own way, and identified some ambiguities. I have elucidated my point of view with jurisprudential arguments and through scientific pictures (related to Medicine), and so tried to prove my standpoint scientifically. I hope that this research will be critically analyzed.

گذشتہ رمضان المبارک (۱۴۳۴ھ) میں روزے کی حالت میں آنکھوں میں دوا/قطرے ڈالنے نیز سرمہ یا کاجل لگانے کا مسئلہ بعض چینلوں کے ذریعے ناظرین کی سماعتوں کی نذر رہا۔میں نے بھی سنا۔ پھر بعض فتاوٰی بھی نظر نواز ہوئے جن میں بعض مفتیانِ کرام کی باہم متعارض آرا بھی نظر سے گزریں۔ان مباحث فقہیہ کو جب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو خیال آیا کہ مجھے بھی اپنی رائے پیش کرنی چاہیے تاکہ اس مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کی صورت زیادہ منقح ہوکر سامنے آئے۔سو اسی جذبے کے پیش نظر یہ محاکمانہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔یہ محاکماتی بحث خالصتاً علمی رویے کو پروان چڑھانے کیلئے پیش کی جارہی ہے۔امید ہے کہ اس بحث کو راقم کی نیک نیتی اور جذبۂ تحقیق پر وری پر محمول کیا جائے گا۔سب سے پہلے محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا محاکمانہ فتوٰی بعدہٗ مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب اور آخر میں راقم الحروف کا محاکمانہ تجزیہ ملاحظہ کیجئے۔

مفتی منیب الرحمٰن کا تحقیقی محاکمہ

ہمارے قدیم فقہاءِ کرام نے ظنِ غالب کی بناء پر بعض امور کے مفسدِ صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں رائے قائم کرکے حکم صادر کیا تھا،ان میں سے ایک یہ تھا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ کان سے معدے کی طرف حلق کے راستے ایک منفذ ، نالی یا سوراخ ہے،اب جدید طبی تحقیق نے عین الیقین سے بتادیا کہ کان سے معدے کی طرف کوئی سوراخ نہیں ہے لہٰذا اب اس پر فقہاءِ عصر کا اجماع ہوتا جارہا ہے کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، الحمد للہ ہم لوگ اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری اس مسئلے کی نشاندہی میں سبقت کا شرف رکھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاءِ کرام کی رائے یہ تھی کہ چونکہ آنکھ میں حلق کی جانب کوئی سوراخ یا منفذ نہیں ہے اس لئے آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ،ہمارے معاصر فقہاء میں سے غالب اکثریت ابھی تک اسی رائے پر قائم ہے اب چونکہ طبی طور پر عین الیقین کی حد تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے اس لئے اب اہلِ فتوٰی کو یہ فتوٰی دینا چاہیے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ہمارے اجلہ فقہاءِ عصر علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری کی یہی رائے ہے اور انہی تحقیقات سے استفادہ کرکے ہم نے تین سال قبل قومی اخبارات وجرائد میں ان مسائل کی جانب فقہاءِ عصر کو متوجہ کیا تھا اور ان سے جدید تحقیق کی روشنی میں اس مسئلے کے بارے میں اپنی قدیم رائے پر نظر ثانی کی درخواست کی تھی ،ان مسائل جدیدہ میں سے کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جانے کی بابت علماءِ دیوبند میں سے دار العلوم کراچی کے مفتیانِ کرام کا نظر ثانی شدہ فتوٰی باقاعدہ دستخطوں کے ساتھ آچکا ہے،جس کی ہم نے ”مجلس فقہ اسلامی“ کی جانب سے تحسین کی تھی اور انہیں بعض دیگر مسائل پر نظر ثانی کرنے اور غور وفکر کی دعوت دی ہے۔

ہم نے آنکھ میں دوا ٹپکانے کے مسئلے میں لکھا تھا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے لہٰذا خلاف قیاس استحساناً سرمہ لگانے کو مفسد صوم نہیں قرار دیا جائے گا، اس پر کوئی محترم اشرف صاحب ہیں جنہوں نے حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی کی خدمت میں ہمارا اور مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ارسال کرکے "سرمے کے مفسد صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں" ان سے محاکمہ کرنے کی درخواست کی ہے، مفتی صاحب نے اپنا موقف واضح کرنے کیلئے یہ مسئلہ مجھے ارسال فرمایا ہے، اس مسئلے پر اپنے تفصیلی معروضات پیش کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کے درمیان اصل متفق علیہ ہے لہٰذا اختلاف رائے اصول میں نہیں ہے بلکہ اس کے اطلاق میں ہے، جو اصل ہمارے درمیان متفق علیہ ہے وہ یہ ہے کہ آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ ہے، حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری ہمارے معاصر علماء وفقہاء کرام اور اہل فتویٰ میں سے دقت نظر کے حامل ہیں، جزئیات پر اصول کے اطلاق وانطباق میں ان کی نظر عمیق ہے۔

جزئیات کے استنباط واستخراج، مماثل جزئیات میں علت مشترکہ کی بناء پر ایک حکم دوسری کیلئے ثابت کرنے اور جدید دور میں پیش آمدہ مسائل کا فقہی وشرعی حل تلاش کرنے میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں موجودہ دور میں ایسے وسیع المطالعہ متصلب فی الدین اور روشن خیال علماء کا وجود اہلسنت کیلئے غنیمت اور وقیع علمی سرمایہ ہے ہم اسے علمی دیانت کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں کہ زیر بحث مسئلے پر حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ پیش کردیا جائے تاکہ اہل علم کو محاکمہ کرنے میں آسانی ہو۔

چنانچہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں، اختتام بحث سے قبل اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلے میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں، اس قسم کی متعدد احادیث اور ان کی اسناد پر مفصل جزم کے ساتھ فتح القدیر ص ۲۷۰، ج ۲، مطبوعہ مصر اور مرقات شرح مشکوٰۃ، ص ۵۰۵، ۵۰۶، ج ۴، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ ملاحظہ ہو، یہاں صرف ایک حدیث اور پھر اس کی فنی حیثیت پر امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

ترمذی شریف باب ماجاء فی الکحل للصائم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشتکت عینی افاکتحل وانا صائم قال نعم وفی الباب عن ابی رافع قال ابو عیسیٰ حدیث انس حدیث اسنادہ لیس بالقوی

ولایصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الباب شیء و ابو عاتکہ یضعف واختلف اھل العلم فی الکحل للصائم فکرھہ بعضھم وھو قول سفیان و ابن المبارک واحمد و اسحق و رخص بعض اھل العلم فی الکحل للصائم.

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں روزہ رکھتے ہوئے سرمہ لگا سکتا ہوں، فرمایا ہاں (امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں) اس باب میں ابورافع سے بھی روایت ہے اور حدیث انس (جس کا ابھی ذکر ہوا) کی سند قوی نہیں، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور ابوعاتکہ (جو حدیث انس کے روای ہیں) کو ضعیف مانا جاتا ہے اور اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے بعض اسے مکروہ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوری، ابن المبارک، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے میں رخصت دی ہے۔

الغرض "اکتحال فی الصوم" کے جواز میں وارد احادیث ضعیف ہیں بلکہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت پر بھی بعض ضعیف احادیث موجود ہیں چنانچہ سنن ابوداؤد میں حضرت معبد بن ھوذہ سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملے ہوئے اثمد (سرمہ کی ایک قسم) لگانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا "لیتقہ الصائم" یعنی روزہ دار اس سے بچے۔

اسی حدیث سے قاضی ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ (یہ دونوں تابعی ہیں اور حضرت امام اعظم کے معاصر ہیں) نے یہ استدلال کیا ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے:

وقد استدل لھذا الحدیث ابن شبرمۃ و ابن ابی لیلیٰ وقالا ان الکحل یفسد الصوم.

(ص ۲۸۳، ج ۲، طبع بیروت)

البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ روزہ میں سرمہ لگانے کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر احادیث ضعیفہ کا مجموعہ قابل استدلال ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن الھمام اور علامہ علی قاری نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی قوت مسلم ہے مگر یہ حدیث صحیح "الفطر مما دخل" کے معارض ہے اور احناف تعارض کے وقت "محرّم" کو "مبیح" پر ترجیح دیتے ہیں چونکہ "الفطر مما دخل" سے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی حرمت ظاہر ہوتی ہے اور "اکتحال فی الصوم" کی احادیث سے سرمہ ڈالنے کا جواز نکلتا ہے لہٰذا الفطر مما دخل کی روایات اکتحال فی الصوم کی روایات پر راجح قرار پائیں گی۔

نیز الفطر مما دخل کی روایت ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات اس ضابطہ کلیہ کے خلاف ایک امر جزئی (آنکھ میں سرمہ ڈالنا) بیان کر رہی ہیں اور احناف ایسی صورت میں

اس روایت کو قبول کرتے ہیں جو ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہو۔ (خلاصہ تذکرۃ المحدثین بحوالہ عمدۃ القاری ص ۹۷)

پھر الفطر مما دخل کی روایت مؤید بالقیاس ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات مؤید بالقیاس نہیں بلکہ خلاف قیاس ہیں اس لئے بھی الفطر مما دخل کی حدیث راجح ہونی چاہئے۔

مفتی محمد ابراہیم کے فتویٰ پر محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا محاکمہ

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو محرّم کو مُبیح پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "الافطار مما دخل" یا "الصوم مما دخل" والی حدیث کو ترمذی کی روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت والی حدیث پر ترجیح حاصل ہے، کیونکہ الافطار مما دخل والی حدیث جو انہوں نے فتح القدیر ص ۷۴، ج ۲ کے حوالے سے لکھی ہے یہ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث نمبر ۴۶۰۲ ہے اور فتح القدیر میں بھی یہ مسند ابو یعلیٰ ہی کے حوالے سے لکھی گئی ہے اور امام کمال الدین ابن الھمام نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ ہو لجھالۃ المولاۃ: لم یثبتہ بعض اھل الحدیث یعنی "باندی کے مجہول ہونے کی وجہ سے بعض ماہرین علم حدیث کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس جملے کو حضرت مفتی محمد ابراہیم نے نقل نہیں فرمایا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور لائق استدلال نہیں، نیز مسند ابو یعلیٰ کے شارح اور محقق نے اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے، سلمٰی کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے (حاشیہ مسند ابو یعلیٰ ج ۸، ص ۷۶) اور حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو درج کر کے لکھا ہے "وفیہ من لم اعرف" یعنی اس میں ایک راوی ایسا ہے جسے میں نہیں جانتا (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۶۷)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دیگر اسانید سے اس کو روایت کر کے اس کی تقویت بھی نہیں کی گئی لہٰذا اس حدیث میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ جامع ترمذی کی حدیث سے معارض ہو سکے جو دیگر اسانید سے تقویت یافتہ ہے۔

یہ اصل جو بیان کیا گیا ہے کہ مبیح اور محرم میں تعارض کے وقت "محرم" کو "مبیح" پر ترجیح ہوتی ہے، یہ اس وقت ہے جب دونوں حدیثیں ایک ہی درجہ کی ہوں، لیکن جو حدیث مبیح ہے وہ صحاح ستہ کی ہے اور دیگر متعدد اسانید سے اس کی تائید و تقویت ہے اور جو حدیث محرم ہے وہ غیر صحاح ستہ کی ہے اور اس کی ضعیف سند کی کسی دوسری سند سے تائید بھی نہیں ہے لہٰذا ان دونوں میں تعارض ہی نہیں ہے چہ جائے کہ ایک دوسری پر راجح ہو، نیز مفتی صاحب کا اسے حدیث صحیح قرار دینا فنی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے "الافطار مما دخل" (یعنی روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو بدن میں داخل ہوں) والی حدیث پیش کی ہے وہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عکرمہ (جو تابعی ہیں) کے اقوال ہیں اور

ان کی فنی حیثیت یہ ہے کہ ان کو امام بخاری نے تعلیقاً بغیر سند کے درج کیا ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۵۹) جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے هذان التعليقان (عمدۃ القاری، ج ۱۱ ص ۳۷) اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں ہر قسم کی روایات ہیں اور صحیح میں درج ہونے سے وہ لازماً صحیح نہیں قرار پاتیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور "الصوم مما دخل" یہ صحابی اور تابعی کے اقوال ہیں اور رسول اللہ کا ارشاد بہر حال صحابی اور تابعی کے اقوال پر راجح ہے لہٰذا یہ بھی ایک درجے کی احادیث نہیں ہیں اور ان میں بھی تعارض نہیں ہے اس لئے یہ کہنا بھی درست نہیں ہوگا کہ ان میں سے محرم، مبیح پر راجح ہے کیونکہ ترجیح اس وقت دی جاتی ہے جب دونوں ایک ہی درجے کی احادیث ہوں۔

مفتی صاحب نے سنن ابوداؤد کی حدیث نمبر ۲۳۷۷ کا حوالہ دیا ہے جو یہ ہے:

عن عبدالرحمٰن بن النعمان بن معبد بن هوذه عن ابيه عن جده عن النبی صلی اللہ عليه وسلم انه امر بالاثمد المروح عند النوم وقال ليتقه الصائم.

حضرت معبد بن ہوذہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملا ہوا سرمہ لگانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ روزے دار اس سے بچے۔

اس حدیث کے تحت امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، واضح رہے کہ حدیث "منکر" اسے کہتے ہیں جو حدیث معروف کے مقابلے میں ہو اور معروف حدیث یہ ہے:

عن انس ابن مالک قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ عليه وسلم فقال اشتكت عينی، افاكتحل و انا صائم؟ قال نعم.

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں جبکہ میں روزے سے ہوں آپ نے فرمایا ہاں (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۷۲۶)

لہٰذا یہ جامع ترمذی کی حدیث معروف کے معارض نہیں ہو سکتی۔ حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری نے "الافطار مما دخل" کو ضابطہ کلیہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ "عام مخصوص عنہ البعض" ہے، کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی "ما دخل" کے عموم میں شامل ہے اور جوف معدہ یا جوف دماغ تک پہنچنے کے "مفطر" ہونے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے۔

یہ ہمارے فقہاء کرام کی تصریح ہے اور "عام مخصوص عنہ البعض" ظنی ہوتا ہے اور اس سے کسی کلیہ پر استدلال کرنا یا اس کو ضابطہ کلیہ قرار دینا صحیح نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ ایک صحابی یا تابعی کا قول ہے

اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور بر سبیل تنزل اگر اسے ضابطہ کلیہ مان بھی لیا جائے تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمہ لگانے کی اجازت اس ضابطہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ آپ شارع ہیں، علاوہ ازیں جس طرح ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ سے "الصوم مما دخل" منقول ہے جس کی بنیاد پر حضرت مفتی صاحب نے روزے میں سرمہ لگانے کو "مفطر" (روزہ ٹوٹنے کا سبب) قرار دیا ہے اسی طرح ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت انس اور حضرت اعمش سے عبارۃ النص سے روزے میں سرمہ لگانے کے "غیر مفطر" ہونے کی تصریح ہے وہ روایات درج ذیل ہیں۔

عن انس بن مالک انہ کان یکتحل وھو صائم.

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۷۸)

عن الاعمش قال: ما رایت احدا من اصحابنا یکرہ الکحل للصائم و کان ابراھیم یرخص ان یکتحل الصائم بالصبر.

حضرت اعمش نے فرمایا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو روزے دار کیلئے سرمہ لگانے کو مکروہ سمجھتا ہو اور ابراہیم روزے دار کو صبر کا سرمہ لگانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۳۷۹)

حضرت ابن عباس اور عکرمہ کے اقوال سے اشارۃ النص کے طور پر روزے میں سرمہ لگانے کی ممانعت ثابت ہے اور اس کے مقابلے میں حضرت انس اور اعمش سے روزے میں سرمہ لگانے کے "غیر مفطر" ہونے کی تصریح ہے اگر ان اقوال کو آپس میں متعارض بھی قرار دیا جائے تو جامع ترمذی میں جو روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت کا ذکر ہے وہ تعارض سے خالی ہے اور اس کا کوئی مزاحم نہیں ہے۔

امید ہے حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب ان سطور کا مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے موقف پر یا تو نظر ثانی فرمائیں گے اور یا ہماری ان گذارشات کی توجیہ فرمائیں گے۔(۱)

محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کا تحقیقی محاکمہ

مجھ سے جناب مولانا محمد اشرف صاحب (تونسوی) نے روزہ کیلئے آنکھوں میں سرمہ اور دوا ڈالنے کے متعلق فساد یا عدم فساد کے سلسلے میں مفتی محمد ابراہیم صاحب اور مفتی منیب الرحمٰن صاحب میں سے کسی ایک کے فتویٰ کی تصویب کیلئے ارشاد فرمایا اور ان دونوں حضرات کے شائع شدہ مضامین بھی ارسال فرمائے، مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے رابطہ کرنے پر دوران گفتگو مذکرہ استفتاء کا ذکر آیا تو انہوں نے توضیح کیلئے

مذکورہ استفتاء منگوایا اور اپنے موقف کی تشریح اور توضیح کے بعد مجھے واپس بھیج دیا۔دونوں محقق علماء اور مفتی صاحبان نے کان یا دماغ کے حوالہ سے جو کچھ تحریر فرمایا اس کی تائید کرنی چاہئے کیونکہ جدید طبی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ دماغ اور کان سے حلق کی طرف کوئی منفذ (راستہ) نہیں ہے چونکہ کان اور ناک اور دماغ کے حوالہ سے شرعی مسائل اور روزہ کے احکام قدیم طبی تحقیق پر مبنی تھے اس لئے کان اور دماغ کے احکام تبدیل ہونے سے قرآن وسنت کی مخالفت لازم نہیں آتی لیکن آنکھوں کے سلسلہ میں قدیم طب کے علاوہ احادیث مبارکہ کو بھی مسائل روزہ کی بنیاد بنایا گیا ہے لہٰذا آنکھوں کے احکام بدلنے سے احادیث کی مخالفت لازم آئے گی تو پھر احادیث مبارکہ کی تاویل کرنا پڑے گی یا تضعیف ثابت کرنا ہوگی یا پھر خلاف قیاس احادیث پر عمل کرنا ہوگا۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ احادیث مبارکہ پر عمل کرکے فقہاء متقدمین کے مطابق آنکھوں کے مسائل واحکام باقی رہنے چاہئیں بغیر ثبوت کے احادیث کی تضعیف مناسب نہیں ہے سرمہ اور دوا میں تفریق بھی غیر مناسب ہے۔جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور جناب مفتی محمد ابراہیم صاحب کی تحریر کے مطابق آنکھوں میں دوا ڈالنے سے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

لیکن سرمہ ڈالنے میں دونوں حضرات کی رائے مختلف ہے۔مفتی منیب الرحمٰن صاحب احادیث کی وجہ سے سرمہ کو خلاف قیاس مفسد نہیں مانتے اور مفتی محمد ابراہیم صاحب قیاس کے مطابق سرمہ کو بھی مفسد صوم قرار دیتے ہیں اور احادیث کی تضعیف ثابت کرتے ہیں۔

قدیم فقہاء نے آنکھوں میں سرمہ ڈالنے اور دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہ ہونے کی دو دلیلیں بیان فرمائی تھیں، اول احادیث مبارکہ، دوم قیاس، چونکہ جدید طبی تحقیق سے قیاس سے استدلال نہیں ہو سکتا، لہٰذا خلاف قیاس احادیث مبارکہ سے استدلال قائم اور باقی ہوگا اور آنکھوں میں سرمہ اور دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

جن احادیث مبارکہ سے عدم فساد پر استدلال کیا جاتا ہے انہیں علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرمایا ہے اور ہر حدیث کی فنی حیثیت بھی ساتھ ساتھ بیان فرمادی ہے مثلاً حدیث انس کہ:

قال: جاء رجل الی النبی ﷺ قال اشتکت عینی فانا اکتحل و انا صائم؟ قال نعم.
(رواہ الترمذی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری آنکھیں بیمار ہیں، کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال کروں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا،ہاں (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا)

حدیث عائشہ: قالت اکتحل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو صائم۔(ترمذی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرمہ استعمال فرمایا حالانکہ آپ روزہ سے تھے،اس حدیث کو بیہقی اور ابوداؤد نے بھی روایت فرمایا:

حاکم میں ہے:

اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یکتحل بالاثمد وھو صائم۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سرمہ(اثمد) استعمال فرماتے تھے حالانکہ آپ روزہ سے ہوتے تھے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعیناہ مملوءتان من الکحل وذلک فی رمضان وھو صائم۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روزہ کی حالت میں رمضان المبارک میں باہر تشریف لائے اور آپ کی آنکھیں سرمہ سے لبریز تھیں(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۶۸/۲،مکتبہ امدادیہ،ملتان)

اسی طرح ابن ہمام نے فتح القدیر میں متعدد احادیث ذکر فرمائیں(۳۵۱/۲،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

ان دونوں حضرات علامہ ابن ہمام(جن کیلئے علامہ شامی فرماتے ہیں(بلغ رتبۃ الاجتھاد)اور ملا علی قاری نے آخر میں فرمایا:فھذہ عدۃ طرق وان لم یحتج بواحد منھا فالمجموع یحتج بہ لتعدد الطرق،یعنی یہ احادیث متعدد طریقوں سے مروی ہیں اگرچہ کسی ایک سے استدلال نہیں کیا جائے گا لیکن مجموعہ کے ساتھ تعدد طرق کی وجہ سے استدلال کیا جائے گا۔

ضعف کے رفع ہونے اور تقویت اور استدلال کے قابل ہونے کی ایک وجہ ان دونوں محقق علماء نے بیان فرمادی کہ تعدد طرق سے مروی ہونا تقویت کا باعث ہوتا ہے اور کسی حدیث کا ضعف اس طریقہ سے ختم ہوجاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہمارے ہاں یہ ضابطہ ہے جس حدیث کو آئمہ فقہ قبول کرلیں وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی یہاں اکتحال فی الصوم کی احادیث کو فقہ کے چاروں اماموں نے قبول کیا ہے لہٰذا ان احادیث کا ضعف باقی نہیں رہے گا،لہٰذا مفتی محمد ابراہیم صاحب کا فرمانا کہ"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلہ میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں،صحیح نہیں اور یہ کہنا کہ حضرت ابوعیسیٰ ترمذی نے ہر واحد واحد حدیث کے متعلق فرمایا کہ صحیح نہیں، ہمارے لئے ابوعیسیٰ کا یہ قول مضر نہیں،کیونکہ ابوعیسیٰ نے واحد واحد،حدیث کی صحت کی نفی کی ہے لیکن مجموعہ

کی صحت کی نفی نہیں فرمائی۔

۶۔ نیز مفتی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت معبد بن ہوذہ کی حدیث نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اکتحال فی الصوم کی ممانعت کی حدیث کا ضعف اور اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کا ضعف مساوی ہے گویا ان میں تعارض ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں" بلکہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت پر بھی بعض احادیث موجود ہیں"

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ممانعت والی حدیث منکر اور دیگر طرق سے مؤید نہ ہونے کی صورت میں مرجوح ہے اور یہ حدیث اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کی قوۃ میں برابر نہیں ہے اس لئے اس حدیث معبد کو کسی امام فقہ نے قبول نہیں کیا۔اسی حدیث معبد کے متعلق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں "فقال ابو داؤد قال لی یحیٰ بن معین هذا حديث منكر" کہ اس حدیث کو مشہور محدث یحیٰ بن معین نے منکر فرمایا ہے۔صاحب عنایہ نے عنایہ شرح ہدایہ میں حضرت معبد سے مروی حدیث کے جواب میں فرمایا ہے۔

ولنا حديث ابی رافع ان النبی صلى الله عليه وسلم دعا بمكحلة اثمد في رمضان فاكتحل وهو صائم وعن ابن مسعود قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء من بيت ام سلمة وعيناه مملوءتان كحلا كحله. ام سلمة وصوم عاشوراء في ذلك الوقت كان فرضا ثم صار منسوخا.... اور حاشیہ میں ہے... اجيب بان النبی صلى الله عليه وسلم ندب الى صوم عاشوراء والاكتحال فيه وقد اجتمعت الامة على الاكتحال يوم عاشوراء فهو راجع على الاول. (عنایہ علی الھدایہ،باب الصوم)

کہ ہمارے لئے ابورافع سے مروی حدیث کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک میں اثمد کی سرمہ دانی منگوائی اور سرمہ استعمال فرمایا حالانکہ آپ روزہ سے تھے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشوراء کے دن ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کی آنکھیں سرمہ سے بھری ہوئی تھیں،حضرت ام سلمہ نے آپ کو سرمہ لگایا تھا اس وقت عاشورا کا روزہ فرض تھا پھر اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

ان دونوں حدیثوں سے صاحب عنایہ نے حضرت معبد کی حدیث کا ذکر کردہ جواب تحریر فرمایا ہے اور عنایہ کے حاشیہ میں محشی نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے روزہ اور اس میں سرمہ لگانے کو مستحب قرار دیا لہذا امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ استعمال کرنا مستحب ہے لہذا یہ معبد کی حدیث پر راجح ہے۔

لہٰذا معبد کی حدیث سے سرمہ سے روزے کے فاسد ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا حضرت معبد کی حدیث سے استدلال کہ اس سے ثابت ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی میں ہے کہ اگر بالفرض حضرت معبد کی حدیث صحیح بھی ہو تو اجماع امت کو باطل نہیں کرسکتی کیونکہ امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

۳۔آخر میں مفتی محمد ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ ''مجموعی قوت مسلم ہے مگر یہ حدیث صحیح الفطر مما دخل '' کے معارض ہے اور احناف تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہیں''(الخ) اس بحث سے مفتی صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے الفطر مما دخل اور اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث میں تعارض کی صورت میں الفطر مما دخل کو راجح ثابت کرنے کیلئے تین وجہ ذکر فرمائیں،اول یہ کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے،دوم جس روایت میں ضابطہ کلیہ بیان ہوا ہو اس کو ترجیح ہوتی ہے،سوم الفطر مما دخل مؤید بالقیاس ہونے کی وجہ سے راجح ہے۔

مفتی صاحب کی خدمت میں عرض ہے،جب احناف احادیث کے تعارض کے وقت آپ کی جانب سے ذکر کردہ وجوہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے رہے ہیں تو آئمہ اربعہ سے آج تک قدیم فقہاء نے اکتحال فی الصوم کے جواز کی احادیث کو ترجیح کیوں دی اور الفطر مما دخل کو ترجیح کیوں نہیں دی؟ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ فقہاء کرام کو تعارض کا علم نہیں تھا،یا تعارض میں وجوہ ترجیح فقہاء نہیں جانتے تھے،یا پھر قصداً اس پر عمل نہیں کیا گیا تو لازمی طور پر کہنا ہوگا کہ فقہاء کرام کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہی نہیں ہے یا تو اس لئے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی درجہ کی نہیں ہیں جس طرح مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا ہے لیکن یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ دونوں حدیثوں کو فقہاء نے قبول کیا ہے اور مقام استدلال میں ذکر کیا ہے لہٰذا ایک درجہ کی نہ ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی حدیث متروک نہیں ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ الفطر مما دخل مخصوص منہ البعض ہے اور اکتحال فی الصوم کی حدیثیں اس کی مخصص ہیں جس طرح حصر کے لحاظ سے اس حدیث الفطر مما دخل میں تخصیص کی گئی ہے کیونکہ اس حدیث میں حصر ہونے کی وجہ سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ داخل اشیاء سے ہی روزہ فاسد ہوگا اور بدن سے خارج ہونے والی اشیاء سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور یہی حصر ہے،جب اس حصر کی وجہ سے اعتراض ہوا کہ دوسری حدیث میں ہے من استقاء عامدا فعلیہ القضاء یعنی بالقصد قے کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے حالانکہ قے میں خروج ہے دخول نہیں ہے تو ہمارے علماء نے فرمایا ''الفطر مما دخل '' میں استقاء والی حدیث کی وجہ سے تخصیص ہے،علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں علی کل حال

یکون مخصوصاً بحدیث الاستقاء، اسی طرح نسیان کی وجہ سے پیٹ میں داخل اشیاء سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا تو اس کی وجہ سے بھی الفطر مما دخل کو مخصوص منہ البعض تسلیم کرنا ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل وشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھول گیا حالانکہ وہ روزے سے تھا اس نے کھالیا یا پی لیا وہ روزہ مکمل کرے، بیشک اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے کھلایا اور پلایا ہے، اگر الفطر مما دخل کو عام رکھا جائے تو حالت نسیان میں دخول اشیاء سے روزہ فاسد ہو جانا چاہیے، حالانکہ روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

تو جب حدیث استقاء اور حدیث نسیان کی وجہ سے الفطر مما دخل مخصوص منہ البعض ہے تو اکتحال فی الصوم کی حدیث مبارک کی وجہ سے بھی الفطر مما دخل میں تخصیص تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شاید اسی وجہ سے فقہاء کرام نے وجوہ ترجیح سے الفطر مما دخل کو ترجیح نہیں دی لیکن مفتی صاحب نے ترجیح دے دی، ہو سکتا ہے مفتی صاحب انہی وجوہ ترجیح سے الفطر مما دخل کے حدیث نسیان پر ترجیح کے بھی قائل ہوں کیونکہ بعینہ وجوہ ثلاثہ مذکورہ کا اجراء حدیث نسیان میں بھی ممکن ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں اتموا الصیام الی اللیل ہے۔ لہٰذا آیت اور حدیث نسیان میں تعارض ہے کیونکہ روزہ کا شرعی مفہوم مفطرات ثلاثۃ سے روزہ کے ارادہ سے باز رہنا ہے اور نسیان کی حالت میں اکل و شرب اس کے خلاف ہے چونکہ آیت محرم ہے اور اس میں ضابطہ کلیہ بیان ہو رہا ہے اور آیت مؤید بالقیاس اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس یہ تھا کہ حالت نسیان میں اکل و شرب سے روزہ فاسد ہو جاتا، لہٰذا مذکورہ تینوں وجوہ سے حدیث نسیان موقوف اور متروک ہونی چاہیے تھی، حالانکہ احناف نے حدیث نسیان کے متروک ہونے کا حکم نہیں فرمایا، البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب نماز حالت نسیان میں اکل و شرب سے فاسد ہو جاتی ہے اور اعتکاف اور احرام حالت نسیان میں جماع سے فاسد ہو جاتے ہیں تو روزہ کو بھی قیاس کے مطابق فاسد ہونا چاہیے، اسی طرح اکتحال فی الصوم میں ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ قیاس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور امام مالکؒ کی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ سے اجتہاد میں حیثیت کہیں زیادہ ہے لہٰذا مفتی محمد ابراہیم صاحب کو امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق حدیث نسیان کے ترک کا فتویٰ بھی دینا چاہیے۔

نیز آنکھوں کا منفذ تو باریک ہونے اور خفیف ہونے کی وجہ سے متنازع ہے کہ یہ منفذ ہے یا مسام ہے، لیکن حلق کے منفذ میں تو کوئی تنازع نہیں ہے، جس طرح مفتی صاحب نے قیاس کی وجہ سے ابن ابی لیلیٰ اور

ابن شبرمہ کی اتباع میں سرمہ سے فساد روزہ کا حکم فرمایا اور ابن موذہ کی حدیث کو ترجیح دی اسی طرح مفتی صاحب کو چاہئے کہ وہ قیاس کی وجہ سے امام مالک کی اتباع کرتے ہوئے نسیان کی حالت میں اکل وشرب کے مسئلہ میں بھی قرآن کی آیت کو ترجیح دیں، مفتی صاحب نے حدیث نسیان کو ترک کیوں نہیں کیا؟ دراصل علماء احناف نے آیت کریمہ کیلئے حدیث نسیان کو مخصص قرار دے کر دونوں پر عمل فرمایا لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنا چاہئے، کسی ایک کو ترجیح نہیں دینی چاہئے بلکہ اکتحال فی الصوم کی احادیث اور الفطر مما دخل دونوں پر عمل کرنا چاہئے اور ایک حدیث کو دوسری کیلئے مخصوص ماننا چاہئے۔

ہم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے موقف کی تائید کے ساتھ ساتھ ہماری رائے یہ ہے کہ فقہاء قدیم کا موقف بالکل صحیح ہے کہ جس طرح سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا دوا سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

کیونکہ جس شخص نے روزہ کی حالت میں سرمہ آنکھوں میں ڈالنے کا حکم پوچھا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو اجازت دے دی تھی وہ آنکھوں کا مریض تھا اور سرمہ بطور دوا استعمال کرنا چاہتا تھا لہٰذا سرمہ کے علاوہ دوا کا روزہ کیلئے مفسد نہ ہونا بھی مدلول النص ہے اس کی نظیر حدیث نسیان ہے کہ اس میں صرف اکل وشرب کا ذکر ہے، جماع کا ذکر نہیں ہے لیکن ہمارے علماء نے فرمایا کہ جماع کا حکم بھی وہی ہے کہ حالت نسیان میں جماع سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور فرمایا کہ جماع کا مفسد نہ ہونا بھی حدیث نسیان کا مدلول ہے، اکل وشرب کا غیر مفسد ہونا عبارت النص سے ثابت ہے اور جماع کا غیر مفسد ہونا دلالۃ النص سے ثابت ہے تو اسی طرح اگر اکتحال فی الصوم کی احادیث میں سرمہ کا غیر مفسد ہونا عبارت النص سے اور دوا کا غیر مفسد ہونا دلالت النص سے ثابت ہونا تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا دوا کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

حدایہ اور فتح کی عبارت ملاحظہ ہو:

والقیاس ان یفطر وھو قول مالک لوجود ما یضاد الصوم کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ وکترک النیۃ فیہ وکالجماع فی الاحرام والاعتکاف فان ذلک کلہ یفسد مع النسیان الخ (۲/۳۳۲، دار الکتب العلمیہ)

اور قیاس یہ تھا کہ نسیان کی حالت میں اکل وشرب سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے کیونکہ اکل وشرب روزہ کیلئے ضد ہے جس طرح نماز میں نسیان کی حالت میں کلام کرنے یا ترک نیت سے نماز فاسد ہوجاتی ہے کیونکہ کلام اور ترک نیت نماز کی ضد ہے، اور احرام اور اعتکاف میں جماع کا حالت نسیان میں احرام اور اعتکاف کیلئے مفسد ہوتا ہے کیونکہ جماع، احرام اور اعتکاف کی ضد ہے لہٰذا یہ سب نسیان کے ساتھ فاسد ہوجاتے ہیں اور یہی قیاس ہے۔

حاشیہ میں ہے:

فان قیل سلمنا ذالک لکن ورد فی الاکل و الشرب علی خلاف القیاس فکیف تعدی الی الجماع اجاب بقوله اذا ثبت هذا (الخ) یعنی ثبت بالدلالة بالقیاس. (۲/۳۳۲)

اگر سوال کیا جائے کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ (حالت نسیان میں اکل وشرب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا) لیکن یہ حدیث اکل وشرب میں خلاف قیاس وارد ہے تو جماع کی طرف کیسے متعدی ہوگی تو اس کا صاحب ہدایہ نے اپنے قول ''اذا ثبت'' سے جواب دیا کہ جماع (کے مفسد ہونے) کا دلالت النص سے ثابت ہے، قیاس کے ساتھ نہیں ہے (تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے اور حدیث خلاف قیاس مورد سماع پر موقوف ہوتی ہے) لہٰذا جماع کے مفسد نہ ہونے کا حدیث میں ذکر نہیں اور جماع حالت نسیان میں ہو تو قیاس کے مطابق روزہ فاسد ہونا چاہئے، یہ تفصیل تب ہوتی اگر جماع کا مفسد ہونا مدلول النص نہ ہوتا۔

بعینہ ہم اگر سرمہ کی بحث میں اس بات کا اعادہ کریں تو ہمارے لئے جائز ہونا چاہئے مثلاً اگر سوال کیا جائے کہ ہم نے الاکتحال فی الصوم کی احادیث مبارکہ کو تسلیم کر لیا لیکن ان میں تو سرمہ کا ذکر ہے دوا کی طرف کس طرح تعدی ہوگی کیونکہ سرمہ والی نص خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس نصوص مورد سماع تک محدود ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ دوا کے مفسد نہ ہونے کا ثبوت قیاس سے نہیں بلکہ دلالة النص سے ہے، بلکہ سرمہ کے عنوان سے دوا کا ذکر ہے اور دوا کا غیر مفسد ہونا ثابت ہے تو ثابت ہوا سرمہ اور دوا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، سرمہ اور دوا میں تفریق نہیں کرنی چاہئے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ فقہاء کرام نے آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے روزہ فاسد نہ ہونے کی ایک عقلی وجہ بھی ذکر کی تھی کہ آنکھوں اور حلق کے مابین کوئی منفذ نہیں ہے، سرمہ کا اثر حلق میں یا آنسوں کا ظہور مسامات کے ذریعہ ہوتا ہے، لہٰذا سرمہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم طبی تحقیق کی وجہ سے ہمارے علماء نے سرمہ سے روزہ کے فاسد نہ ہونے کا حکم لگایا اور اس مسئلہ کی بنیاد بھی کان اور احلیل کی طرح طب میں ہونے والی تحقیق ہے، چونکہ جدید طبی تحقیق کے مطابق آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ ثابت ہو چکا ہے لہٰذا سرمہ سے روزہ فاسد ہونا چاہئے، اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ آنکھ کے مسئلہ میں احادیث مبارکہ موجود ہیں لہٰذا اس مسئلہ کی بنیاد طب نہیں بلکہ احادیث پر رکھی گئی ہے اور عقلی وجہ بالطبع ذکر کر دی گئی ہے لہٰذا آنکھ کا مسئلہ کان اور احلیل جیسا نہیں ہے، ثانیاً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قدیم فقہاء کو آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ کا علم تھا جیسا قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے لیکن یہ منفذ نہایت باریک اور خفیف تھا، اس لئے فقہاء کرام نے اس منفذ کو مسام شمار کیا اور ایک

عقلی وجہ بھی ذکر کر دی، بالفرض قدیم فقہاء کی بیان کی گئی عقلی وجہ صحیح نہیں رہی تو احادیث کی صحت کی وجہ سے سرمہ کا حکم بدلنا مناسب نہیں بلکہ جائز نہیں ہے لہٰذا سرمہ اور دواء آنکھوں میں ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

الحاصل: احادیث مبارکہ کی بنیاد پر قدیم فقہاء کا یہ قول ہی مفتیٰ بہ ہے کہ سرمہ اور دواء سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لہٰذا احادیث مبارکہ کی تضعیف اور سرمہ اور دواء میں تفریق اور قدیم فقہاء کی تغلیط مناسب نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

نوٹ: ڈاکٹر مختار آئی اسپیشلسٹ سے آنکھوں کے مذکورہ مسئلہ میں میری بات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ تو ہے لیکن ایک بڑے مسام کی طرح ہے لہٰذا اگر مسام تسلیم کر لیا جائے تو فقہاء کرام کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہو جائے گی، اسی طرح ایک مفتی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ شوافع کی کتابوں میں آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے متعلق ہے کہ اس منفذ کو اس کی دقت اور خفت کی وجہ سے منفذ اعتبار نہیں کیا جائے گا، نیز بقول ڈاکٹر مختار صاحب آنکھ سے حلق میں ہزارواں حصہ رساؤ کے ذریعے پہنچتا ہے بہ کر نہیں پہنچتا تو یہ کیفیت مسام کی ہوتی ہے، باقی رہا آنسو کا مسئلہ تو آنسو سر سے مسامات کے ذریعے آنکھوں میں مترشح ہوتی ہیں کسی منفذ سے خارج نہیں ہوتیں لہٰذا بعض لوگوں کا آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے ہونے پر آنسو بہنے کی دلیل بنانا غلط ہے، اگر بڑا مسام تسلیم کر لیا جائے تو قدیم فقہاء کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہو سکتی ہے اور قدیم فقہاء رحمہم اللہ کی تغلیط کا ارتکاب لازم نہیں ہوگا۔ (۲)

آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکانے پر ہمارا محاکمہ

محترم مفتی محمد ابراہیم صاحب قادری کا موقف اور اس پر گرامی قدر مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا محاکمہ اور پھر ان دونوں حضرات گرامی کے موقف پر حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب زید مجدہ نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی کا محاکمہ آپ نے پڑھ لیا ہے محترم مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب اور حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا مشترکہ موقف یہ ہے کہ حالت روزہ میں آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے موقف میں اختلاف ہے محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جبکہ مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کے محاکمہ میں یہ ہے کہ حالت روزہ میں آنکھ میں سرمہ لگانے یا دوا کے قطرے ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کتب احادیث میں باہم معارض احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اور ہر شخص کو اس کی سوچ، فکر اور طلب کے مطابق احادیث مل جاتی ہیں اور ہم اس وقت لرز کر رہ جاتے ہیں جب احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راویوں کی کسوٹی پر

پرکھنے کے بعد کسی حدیث کو راجح اور کسی کو مرجوح اور کسی کو ناقابل عمل قرار دیا جاتا ہے۔جرأت یہ کہ اقوال وافعال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد انواع میں تقسیم کردیا گیا ہے،یہ ناچیز ہمیشہ اس جرأت سے بچتا رہا اور کسی حدیث پر کوئی حکم لگانے یا لگائے گئے حکم کو بیان کرنے سے احتراز کرتا رہا،مگر زیر نظر بحث ایسی ہے کہ اس کی بنیاد ہی احادیث رسول (ﷺ) پر ہے اور موضوع کے مطابق انہی احادیث مبارکہ (باہم معارض ومقابل) سے ہی مسئلہ کی حقانیت کو واضح کرنا ہے اور فقہاء کرام کی معطبط تعبیرات میں سے کسی ایک تعبیر کا انتخاب کرنا ہے،اللہ تعالیٰ میری اس جرأت اور بطور حکایت کسی ایک قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مرجوح کہنے پر مجھے معاف فرمائے (آمین)

پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کیا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟مفتی محمد ابراہیم صاحب قادری کا فتویٰ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلہ میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں" پھر اس قسم کی احادیث اور ان کی اسناد دیکھنے کیلئے فتح القدیر اور مشکوٰۃ شریف کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی ہے اور ساتھ ہی ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک سے مروی ایک روایت نقل کرکے اس کی فنی حیثیت پر ابوعیسیٰ ترمذی کا کلام نقل کیا ہے۔

مفتی صاحب موصوف نے جہاں روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ ڈالنے کے جواز میں وارد احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت والی بعض احادیث بھی ضعیف ہیں پھر مثال میں انہوں نے سنن ابوداؤد سے حضرت معبد بن ہوذہ کی روایت درج کی ہے کہ "انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملے ہوئے اثمد (سرمہ کی ایک قسم) لگانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا لیتقه الصائم "یعنی روزہ دار اس سے بچے" پھر اس حدیث کو ضعیف اور آگے جاکر معارضہ میں مرجوح قرار دیا ہے۔

نیز حضرت انس کی روایت پر ابوعیسیٰ کا جو کلام نقل کیا گیا ہے اس کے آخری جملے بھی لائق توجہ ہیں یعنی "اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے بعض اسے مکروہ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوری،ابن المبارک،امام احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی رخصت دی ہے" ابوعیسیٰ ترمذی نے مکروہ قرار دینے والوں کے اسمائے گرامی بتادیئے مگر یہ فقہاء پر چھوڑ دیا کہ وہ حسب تحقیق اسے مکروہ تحریمی قرار دیں یا تنزیہی؟پھر جن حضرات نے رخصت دی ہے ان کے اسمائے گرامی صیغہ راز میں رکھنا بھی عجیب ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس والی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں۔۔۔۔یہ حکم اجازت مریض کیلئے ہے اور دوسری حدیث میں حضرت معبد بن ہوذہ کو سوتے وقت اثمد سرمہ لگانے کا حکم فرمایا،اور فرمایا روزہ دار اس سے بچے،ابوداؤد میں موجود اس حدیث سے روزہ دار کیلئے اثمد سرمہ لگانے کی ممانعت ثابت کی گئی ہے،حالانکہ لیتقه میں معنی کے اعتبار سے حکم احتیاط ہے،پھر اثمد کونسا سرمہ ہے؟ محدثین وفقہاء کرام نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا،پھر بھی حکم جاری کردیا گیا ہے،بہرحال اگر دو حدیثیں معارض ہیں تو پھر کلیے کے

مطابق اذا تعارضا تساقطا پر عمل ہونا چاہئے یا پھر عام سرمہ اور اثمد سرمہ میں کسی امتیاز کی نشاندہی کرنا چاہئے، ورنہ مسئلہ کیلئے ذخیرۂ احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس طرح حدیث رسول کو مرجوح قرار دینے کی جرأت سے بچ جائیں گے، لیکن دونوں فتاویٰ کی تحقیق بتا رہی ہے کہ مسئلہ کا حل راجح و مرجوح کی کسوٹی سے ہی تلاش کیا گیا ہے البتہ محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب تطبیق کے قائل ہیں جو مثبت اور قابل تحسین فکر ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں نہ کوئی راجح و مرجوح ہے اور نہ ہی ان میں ایسا تعارض و تضاد ہے کہ ایک کا ضعف دوسری کے ثبوت یا اس کے راجح ہونے کو مستلزم ہو بلکہ دونوں میں تطبیق کی ضرورت ہے جیسا کہ عراقی فقہاء کے نزدیک جماعت واجب ہے اور خراسانی فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن فقہاء کرام نے دونوں طرف کی روایات سے ماخوذ تعبیر میں تطبیق دے کر روایات کو راجح اور مرجوح کی کسوٹی پر رکھنے سے محفوظ کر دیا، یا جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مال تصدق کرنے میں تطبیق دی گئی ہے قرآن مجید میں ہے:

ولاتجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولاتبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ٥(٣)

اور اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر نہ رکھو اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔

یا ارشاد فرمایا:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما٥(٤)

اور لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی بلکہ دونوں (اسراف و بخل) کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب مال و اسباب خرچ دینے کی ممانعت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقہ کرنے کی ترغیب فرمائی تو حضرت عمر فاروق نے تمام مال و اسباب میں سے نصف لاکر پیش خدمت کیا اور دریافت کرنے پر عرض کیا اتنا ہی اہل و عیال کیلئے چھوڑ آیا ہوں یعنی آیات کی اتباع میں معتدل راہ اختیار کی، پھر حضرت ابوبکر صدیق نے کل اثاثہ لاکر حضور اکرم کی خدمت میں پیش کیا، حضور اکرم کے دریافت کرنے پر عرض کیا، اہل و عیال کیلئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے یعنی گھر کیلئے کچھ نہ رکھا، حضرت ابوبکر صدیق کے اس عمل کو ولا تسرفوا کی کسوٹی پر رکھنے یا دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کے عمل میں تعارض یا راجح و مرجوح تلاش کرنے کے بجائے تطبیق دی گئی کہ اگرچہ مصارف خیر میں قرآن مجید نے اعتدال کا حکم دیا ہے اور حضرت عمر فاروق نے اسی پر عمل کیا ہے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے بھی لا اسراف فی خیر (خیر میں فضول خرچی نہیں) پر عمل کیا ہے، اگرچہ دونوں حضرات صحابہ کے عمل میں تعارض ہے اور دونوں عمل ایک درجے کے نہیں مگر محدثین و فقہاء نے خوبصورت تطبیق دی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ میں عام حکم تو اعتدال و میانہ روی کا ہے لیکن مالک صدق و توکل کی شان ہی نرالی ہے کہ وہ ہمیشہ لا اسراف فی خیر پر عمل پیرا رہتے ہیں اور اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس سے مروی یہ روایت بھی پیش کر دی:

لو انفقت مثل ابو قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ابوقبیس پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کردے تو یہ اسراف نہیں ہوگا۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت و ممانعت والی احادیث میں بھی تطبیق ممکن ہے۔

الغرض محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے "الفطر مما دخل" والی حدیث یعنی ابوداؤد میں مروی حضرت معبد والی روایت کو سنن ابوداؤد کے حوالہ سے ہی "منکر" ثابت کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں معروف حدیث جو حضرت انس بن مالک سے مروی ہے وہ پیش کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ترمذی شریف والی حدیث کہ جس میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے وہ راجح ہے اور محترم مفتی محمد ابراہیم قادری کے اس سہو کی نشاندہی کی ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے حدیث "الفطر مما دخل" (کہ روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے جسم کے اندر داخل ہوں) کے آخری الفاظ حذف کردیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے، اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ ترمذی کی اس حدیث سے معارض ہوسکے جو دیگر اسانید سے تقویت یافتہ ہے۔

حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری کی پیش کردہ روایت الفطر مما دخل دراصل حضرت ابن عباس (صحابی) اور حضرت عکرمہ (تابعی) کے اقوال ہیں اور ان کی فنی حیثیت یہ ہے کہ بخاری نے ان کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور وہ بھی بغیر سند کے اور یہ بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ بخاری میں موجود ہر روایت مستند ہو، بلکہ بخاری کی بیشتر روایات فقہ حنفی سے متعارض ہیں، ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ حنفی مدارس میں فقہ حنفی پڑھائی جاتی ہے اور آخری سال اس کے برعکس بخاری پڑھائی جاتی ہے۔غرض کہ بخاری کی تعلیقات میں ہر قسم کی روایات کا ذخیرہ موجود ہے۔

الفطر مما دخل / الافطار مما دخل کے ضمن میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے کی ممانعت والی روایت قابل حجت نہیں اس لئے کہ ایک تو یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ کے اقوال ہیں جو حدیث ترمذی یعنی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہیں، دوم اس لئے کہ یہ عمل رسول کے خلاف ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال فرمایا ہے جو تواتر سے ثابت ہے، سوم الفطر مما دخل، اجازت رسول کے مقابل ہے، چہارم یہ مسئلہ فقہاء کرام کی مستند تحقیقات سے زیادہ عموم بلویٰ کا عملی عقیدہ ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق صدیوں پر محیط ہے سوائے امام مالک کے بیشتر فقہاء امت کی غالب ترین اکثریت کے روزہ میں سرمہ لگانے کے جواز میں مطبوعہ فتوے کتب فتاویٰ میں موجود ہیں کتب ظاہر الروایہ سے لے کر متون وشروح تک اس کے جواز پر شاہد ہیں، اہل علم ان سے بخوبی آگاہ ہیں تو چودہ صدیوں بعد کوئی حالت روزہ میں سرمہ لگانے پر فساد روزہ کا فتویٰ دے تو تعجب ہوتا ہے، بہر حال روزہ میں سرمہ کا استعمال سنت ہے اس کا خلاف درست نہیں، صحیحین میں حضرت انس سے مروی ہے من رغب عن سنتی فلیس منی. (۵) اور ابن ماجہ میں حضرت ام المؤمنین سیدہ صدیقہ سے مروی ہے

من لم یعمل بسنتی فلیس منی. (۶)

روزہ میں آشوب چشم کے مریض کو سرمہ لگانے کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ ترمذی کی حدیث سے عیاں ہے، دکھتی آنکھ والے مریض کو سرمہ لگانے کی اجازت جائز غرض کیلئے ہے اور وہ غرض عضو بدن کی حفاظت اور صحت کیلئے مطلوب ہے جو تابع ہے اس کے کہ جان کی حفاظت فرض ہے لہذا یہ غرض مطلوب شرعی ہوئی، بلکہ ہر وہ غرض صحیح جو شریعت کو مطلوب نہ ہو اور وہ اپنے اقویٰ سے معارض بھی نہ ہو وہ بھی

شرع قبول کرتی ہے ،جیسے ماتھے سے پسینہ پونچھنا یہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں ،لیکن نماز میں بلا کراہت جائز ہے جبکہ وہ پسینہ ایذا دے رہا ہو، جیسا کہ عنایہ ،نہایہ اور بحرالرائق میں کل عمل یفید المصلی لاباس بہ کی دلیل میں یہ حدیث نقل تحریر کی گئی ہے ۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم عرق فی صلوتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ، ای مسحہ لانہ کان یؤ ذیہ فکان مفیدا.

مطلب یہ کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز پسینہ سے شرابور تھے تو آپ نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھا یعنی اس پر ہاتھ پھیرا کیونکہ وہ پسینہ تکلیف دے رہا تھا تو یہ عمل مفید ہوا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ کے قول الفطر مما دخل اور حدیث رسول جس میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے کا حکم اور اجازت ہے یعنی الاکتحال فی الصوم میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ صحابی وتابعی کے قول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مساوات کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اس لئے ان کو کسی بھی زاویہ سے ہم درجہ بنا کر معارض ثابت کرنا درست نہیں ہے ،نیز الاکتحال فی الصوم یعنی روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ ڈالنا ،اس میں غرض موجود ہے جو حفاظت جان کے حوالہ سے مطلوب شرعی ہے اور یہ حدیث صحابی وتابعی کے قول سے بہر صورت اقوی ہے اور حکم یہ ہے کہ اذا ثبت الاصح لایعدل عنہ اذا لم یوجد اقوی منہ ،یعنی جب صحیح تر ثابت ہو جائے تو اس سے اس وقت تک عدول نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے قوی تر دلیل نہ مل جائے ۔

اس لئے ہم محترم مفتی منیب الرحمن صاحب کی تائید کرتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یہ کہ محترم موصوف نے دونوں حدیثوں کو ایک ہی درجہ دے کر جو تعارض رفع کیا ہے وہ درست ہے کیونکہ اصل میں اختلاف کا سبب ہی دونوں حدیثوں کو ایک ہی درجہ دینا اور فقہاء کرام کا دونوں حدیثوں کو ذریعہ استنباط واستدلال بنانا ہے ۔

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ " احناف تعارض کے وقت "محرم" کو "مبیح" پر ترجیح دیتے ہیں " پھر انہوں نے الفطر مما دخل کو راجح ثابت کرنے کیلئے تین وجوہ ذکر فرمائی ہیں ،اول یہ کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے ،اس کے جواب میں محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

"مفتی (محمد ابراہیم) صاحب کی خدمت میں عرض ہے جب احناف احادیث کے تعارض کے وقت آپ کی جانب سے ذکر کردہ وجوہ سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے رہے ہیں تو آئمہ اربعہ میں سے آج تک قدیم فقہاء نے الاکتحال فی الصوم کے جواز کی حدیث کو ترجیح کیوں دی ؟ اور الفطر مما دخل کو ترجیح کیوں نہیں دی ؟ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ فقہاء کرام کو تعارض کا علم نہیں تھا یا تعارض میں وجوہ ترجیح فقہاء کرام نہیں جانتے تھے ،یا پھر قصداً اس پر عمل نہیں کیا گیا ،تو لازمی طور پر یہ کہنا ہوگا کہ فقہاء کرام کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہی نہیں ہے ،جس طرح مفتی منیب الرحمن صاحب نے فرمایا ہے ،لیکن یہ احتمال ضعیف ہے ،کیونکہ دونوں حدیثوں کو فقہاء نے قبول کیا ہے اور مقام استدلال

میں ذکر کیا ہے۔لہٰذا ایک درجہ کی نہ ہونے کے باوجود ان میں سے کوئی حدیث متروک نہیں ہے"(۷)

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں تطبیق پیدا کی جائے اور راجح و مرجوح میں تقسیم کرنے کی بجائے مقام استدلال میں ان سے استفادہ کیا جائے،لیکن جب محدثین وفقہاء کرام نے احادیث کو انواع و درجات اور راجح مرجوح میں تقسیم فرمادیا ہے اور فقہاء کرام حدیث کے درجہ کے مطابق ہی کسی مسئلہ میں اس سے استدلال فرماتے آرہے ہیں تو محترم مفتی منیب الرحمن صاحب نے انہی فقہاء کرام کی اتباع میں مذکورہ دونوں حدیثوں کو ایک درجہ کی حدیث قرار نہ دے کر جو تعارض رفع فرمایا ہے وہ درست ہے،حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کا اس احتمال کو ضعیف قرار دینا اپنی جگہ مگر صدیوں سے مروج اصطلاح،راجح و مرجوح،تعارض و درجہ بندی کے خلاف یا ان سے صرف نظر کیسے کیا جاسکتا ہے؟اس لئے ہم مفتی منیب الرحمن صاحب کی تائید کرتے ہیں۔

نیز احناف تعارض کے وقت محرم کو مبیح یعنی حرام کرنے والی کو حلال کرنے والی پر ترجیح دیتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ ہر شے میں اصل اباحت ہے یعنی اباحت ثابت کرنے کیلئے نص کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ کسی چیز کی حرمت ثابت کرنے کیلئے نص کی ضرورت ہوتی ہے،سرمہ ڈالنے کے اصول میں اصل اباحت ہے اور اس اباحت کی حالت روزہ میں سرمہ ڈالنے سے ممانعت وحرمت کے حوالہ سے جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ غیر ثابت ہے اور تعارض میں بھی مرجوح ثابت ہوئی ہے لہٰذا محرم سرے سے بے اثر ہے اور جس کو مفتی محمد ابراہیم صاحب نے مبیح قرار دیا ہے وہی محرم پر اقوی ہے۔

مفتی محمد ابراہیم قادری نے الفطر مما دخل (روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے جسم کے اندر داخل ہوں) کو راجح ثابت کرنے کیلئے ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ "جس روایت میں کلیہ بیان ہوا ہو اس کو ترجیح ہوتی ہے"اگر یہ واقعی کلیہ ہے کہ کوئی چیز جسم کے اندر داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر روزہ دار کے منہ میں مکھی،مچھر،غبار اور دھواں (دھواں کثیف ہے) داخل ہو جائے تو روزہ کے فاسد ہو جانے کا حکم لگانا پڑے گا،حالانکہ ان چیزوں کے حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔اسی طرح سر میں خالص سرسوں کے تیل کی مالش کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (حالانکہ یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ خالص سرسوں کا تیل،تارامیرا یا جوائن کے تیل سے سر کی مالش کی جائے تو چند لمحوں کی مالش کے دوران ہی تیل کا ذائقہ (کڑواہٹ) حلق میں محسوس ہو جاتا ہے اور تیل بھی دماغ میں (بصورت رطوبت) پہنچ جاتا ہے اور فائدہ دیتا ہے،اہل شہر جسے سرسوں کا تیل سمجھتے ہیں وہ دراصل ترمی،رایا، اسز، تنھوی کا تیل ہوتا ہے نہ کہ خالص سرسوں کا) اسی طرح حالت روزہ میں رگی اور فصد لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔۔۔ جلیں (خون پینے والے کیڑے) لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔روزہ کی حالت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی داخل کرنا مفسد روزہ نہیں ہے بلکہ کلی کے بعد منہ میں موجود پانی کی تری نگل لینے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔۔۔روزہ دار عورت نے سالن کا مرچ مصالحہ چکھ لیا اور ذائقہ محسوس کرلیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔۔۔مدارا اور مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا،البتہ ان کا چبانا صرف مکروہ ہے مفسد روزہ نہیں۔۔۔محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کی تحقیق کے مطابق روزہ کی حالت میں خون نکلوانا،جونک لگوانا اگرچہ مکروہ ہے مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۸) یہ سب چیزیں باہر سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہیں مگر روزہ کو فاسد نہیں کرتیں تو الفطر مما دخل، کلیہ نہ رہا۔

علاوہ ازیں الفطر مما دخل والی حدیث ضابطہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مخصوص منہ البعض ہے اور اس کی مخصص وہ احادیث ہیں جن میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے، نیز ضابطہ کلیہ قرار دینے کا ایک مفہوم تو یہ ہوگا کہ روزہ صرف ان چیزوں سے فاسد ہوگا جو باہر سے جسم کے اندر داخل ہوں، مگر مذکورۃ الصدر آٹھ چیزیں جو باہر سے اندر داخل ہوتی ہیں وہ مفسد روزہ نہیں ہیں اسی طرح الفطر مما دخل کے بالعکس یعنی اگر کوئی چیز بدن سے خارج ہو تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ الفطر مما دخل میں حصر ہے، لیکن یہ حصر جانب دخول سے قصداً، رگیں لگوانے، وضو کرتے ہوئے منہ اور ناک میں پانی داخل کرنے سے حصر قائم نہ رہا، اسی طرح بھول کر حالت روزہ میں کھانا پانی لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو حصر قائم نہ رہا، اسی طرح جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے جبکہ قے بدن کے اندر سے باہر آتی ہے تو مفتی محمد ابراہیم کے ضابطہ کلیہ اور فتویٰ کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے تھا تو ثابت ہوا کہ الفطر مما دخل والی حدیث میں کوئی ضابطہ کلیہ بیان ہوا ہے اور نہ ہی اس میں کسی جانب سے حصر ہے بلکہ یہ روزہ میں سرمہ لگانے کے جواز والی احادیث کے باعث مخصوص منہ البعض ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے الفطر مما دخل کو ترجیح نہیں دی ہے، نیز ایک طرف حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ (صحابی اور تابعی) کا قول ہے، دوسری طرف صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مکالمہ ہے اور جواب میں رسول اللہ کا اجازت مرحمت فرمانا ثابت ہے تو فقہ حنفی کا اصول یہ ہے:

> اذا صحت عندک روایتھم (یعنی الصحابۃ) عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
> یکون العمل بروایتھم اولیٰ من العمل بالقیاس. (۹)
>
> جب تیرے نزدیک صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ثابت ہو جائے
> تو ان کی روایات پر عمل کرنا قیاس پر عمل کرنے سے اولیٰ ہے۔

اصول الشاشی میں بیان شدہ اصول سے مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کی طرف سے ''مؤید بالقیاس اور خلاف قیاس'' والی نکتہ آفرینی کا جواب موجود ہے، نیز اس نکتہ کا جواب حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نے بھی اپنے محاکمہ میں دیا ہے جس کا خلاصہ ہمارے لفظوں کے اشتراک سے درج ذیل ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیت کریمہ اتموا الصیام الی اللیل میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ سحری میں غروب آفتاب تک روزہ کو فاسد کرنے والے امور سے اجتناب کیا جائے اور حدیث نسیان (یعنی بھول کر کھا اور پی لیا) اس آیت کی معارض ہے، آیت محرم اور حدیث نسیان مبیح ہے تو محرم کی ترجیح کے باعث حدیث نسیان مرجوح ہوئی اور یہ خلاف قیاس بھی ہے تو عرض یہ ہے کہ پھر مفتی محمد ابراہیم صاحب فتویٰ عنایت فرمادیں کہ بھول کر کھا لینے یا پی لینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے جیسا کہ امام مالک کا فتویٰ ہے کہ جب دوران نماز بھول کر کھانا پانی لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، حالت اعتکاف واحرام میں بھول کر جماع کرنے سے اعتکاف واحرام فاسد ہو جاتے ہیں تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بھول کر کھانا پانی لینے سے روزہ بھی فاسد ہونا چاہئے۔ (۱۰)

مذکورہ آیت چونکہ وجوہ ترجیح کے مطابق محرم ہے اور مؤید بالقیاس ہے جبکہ حدیث ''بھول کر کھا پی لینے والی'' خلاف قیاس ہے اور مبیح ہے، پھر بھی احناف نے حدیث نسیان پر نہ موقوف ہونے کا اور نہ متروک ہونے کا حکم لگایا ہے، البتہ امام مالک کا فتویٰ چونکہ قیاس کے مطابق ہے اس لئے مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کو امام مالک کی اتباع میں قیاس کے مطابق فتویٰ دینا چاہئے کہ حدیث نسیان متروک ہے۔۔۔۔ غرض کہ مفتی محمد ابراہیم قادری کا موقف کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ

جاتا ہے اس پر ان کے دلائل انتہائی کمزور ہیں، اس لئے ہم مفتی اعظم مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کے مدلل موقف کی تصویب کرتے ہیں کہ حالت روزہ میں سرمہ لگانا مفسد روزہ نہیں ہے۔

آنکھوں میں دوا کے قطرے ٹپکانے کے حوالہ سے مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب اور محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے موقف میں اشتراک ہے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر طریق استنباط، استدلال اور انطباق میں دونوں حضرات گرامی میں اختلاف ہے جیسا کہ ان کے فتووں سے عیاں ہے محترم مفتی محمد ابراہیم قادری کے کمزور ادلہ کے باعث ان کا موقف کمزور ہو کر قابل حجت نہیں رہا ،لہٰذا اب ان کا موقف صرف کلامی موقف ہے جس پر اہل علم کو تحفظات ہیں، البتہ محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب جو اس مسئلہ میں اب تنہا رہ گئے ہیں، ہم ان کی فقہ میں مجتہدانہ بصیرت اور باب اجتہاد پر لگے مضبوط قفل کو توڑنے پر مبارکباد دیتے ہیں، اجتہاد کا نتیجہ اگر مبنی بر صواب نہ بھی ہو تب بھی ایک ثواب کے حقدار تو ہوئے ہیں، ہم توقع رکھتے ہیں کہ قدیم فقہی مسائل جو عصر حاضر کے عرف کا احاطہ نہیں کرتے یا جدید طبی، سائنسی تحقیقات کے برعکس ہیں ان کو کسی کے اختلاف و اتفاق سے قطع نظر جدید تقاضوں کے قالب میں ڈھالنے کی سعی بلیغ فرماتے رہیں گے۔

محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب اپنے فتوٰی کے شروع میں فرماتے ہیں:

> "ہمارے قدیم فقہاء کرام کی رائے یہ تھی کہ چونکہ آنکھ میں حلق کی جانب کوئی سوراخ یا منفذ نہیں ہے اس لئے آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہمارے معاصر فقہاء میں سے غالب اکثریت ابھی تک اسی رائے پر قائم ہے، اب چونکہ طبی طور پر عین الیقین کی حد تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے اس لئے اب اہل فتوٰی کو یہ فتوٰی دینا چاہئے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے۔ اس لئے اہل فتوٰی کو یہ فتوٰی دینا چاہئے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۱۱)

حضرت مفتی صاحب نے کمال صداقت سے اسے تسلیم فرمایا ہے کہ عصر حاضر کے فقہاء کرام کی غالب اکثریت اب بھی اسی رائے پر قائم ہے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تو عرض ہے کہ عمل جمہور کے مذہب پر کیا جاتا ہے، کتب فقہ و فتاوٰی کی نصوص اسی پر دال ہیں اور متقدمین سے تا حال رسم افتاء بھی یہی ہے کہ "والعمل علیه الاکثر" نیز فقہاء کرام کی ادلہ کی روشنی میں عرف یہی ہے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اسی پر جمہور فقہاء کا فتوٰی ہے، عالمگیری میں ہے: "آنکھ میں بہتی ہوئی دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ج ۱ص ۲۰۱) عالمگیری کی اسی عبارت کو بنیاد پر بنا کر مدرسہ خیر المدارس ملتان کے مفتی محمد انور صاحب نے فتوی دیا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس کی تصدیق رئیس دارالافتاء مفتی عبدالستار صاحب نے کی ہے۔(۱۲) یہ فتوٰی بھی ۲۰۰۲ء میں جاری ہوا ہے اور یہ بھی فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

> ولو اقطر شیئاً من الدواء فی عینه لایفطر صومه عندنا.
>
> اور اگر دوا کی کوئی چیز کسی نے اپنی آنکھ میں ٹپکائی تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔(۱۳)

نیز محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے یہ تحقیق (جو تفہیم المسائل، ج دوم، مطبوعہ ۲۰۰۲ء میں ہے) دیگر فقہاء احناف کو

ارسال فرمائی تھی مگر تفہیم المسائل کی جلد ششم کی طباعت تک کسی بھی فقیہ کی تائید نہیں پڑھنے کو نہیں ملی ،پھر محترم مفتی صاحب موصوف کے رفیق اور مجلس فقہ اسلامی کے نائب رئیس حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نے بھی مذکورہ تحقیق سے اختلاف فرماتے ہوئے محاکمہ تحریر فرمایا ہے،مطلب یہ کہ محترم مفتی منیب الرحمن صاحب ہنوز اپنی تحقیق میں تنہا ہیں۔

محترم مفتی منیب الرحمن صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ" اب چونکہ عین الیقین کی حد تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے"حضرت مفتی صاحب نے طبی تحقیق کو عین الیقین قرار دیا ہے،اگر اس یقین سے مراد یقین فقہی ہے تو کتب فقہ کی تصریحات کے مطابق اس یقین کا رتبہ وجوب کو مستلزم ہے یعنی آنکھ سے حلق کی طرف منفذ کو تسلیم کرنا واجب ہوگا مگر عین الیقین کا یہ دعویٰ فقہی یقین متبادر نہیں ہوتا کیونکہ طبی اور سائنسی تحقیقات میں ثبات نہیں ہے تو یہاں ان کے یقین سے مراد یقین کلامی ہے جو رتبہ میں محض ایک تعبیر ہے،جس کی تائید نصوص میں سے کسی ایک نص سے بھی نہیں ہوتی۔

حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب اگر چہ آنکھ سے حلق کی طرف منفذ کو تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اس منفذ کو جزماً نالی قرار نہیں دیتے جیسا کہ لکھتے ہیں"نیز آنکھوں کا منفذ تو باریک اور خفیف ہونے کی وجہ سے متنازع ہے کہ یہ منفذ نالی ہے یا مسام ہے"(۱۴)
پھر اپنے محاکمہ کے بعد آخر میں ایک نوٹ تحریر فرمایا ہے۔

> "ڈاکٹر مختار آئی اسپیشلسٹ سے آنکھوں کے مذکورہ مسئلہ میں میری بات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ تو ہے لیکن ایک بڑے مسام کی طرح ہے لہٰذا اگر مسام تسلیم کر لیا جائے تو فقہاء کرام کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہو جائے گی،اسی طرح ایک مفتی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ شوافع کی کتابوں میں آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے متعلق ہے کہ اس منفذ کو اس کی دقت اور خفت کی وجہ سے منفذ اعتبار نہیں کیا جائے گا،نیز بقول ڈاکٹر مختار صاحب آنکھ سے حلق میں دوا کا ایک ہزارواں حصہ رساؤ کے ذریعہ پہنچتا ہے بہہ کر نہیں پہنچتا تو یہ کیفیت مسام کی ہوتی ہے اور باقی رہا آنسوں کا مسئلہ تو وہ آنسو سر سے مسامات کے ذریعے آنکھوں میں مترشح ہوتی ہیں،کسی منفذ سے خارج نہیں ہوتیں، لہٰذا بعض لوگوں کا آنکھوں اور حلق کے درمیان منفذ کے ہونے پر آنسو بہنے کو دلیل بنانا غلط ہے اگر بڑا مسام تسلیم کر لیا جائے تو قدیم فقہا کی جانب سے بیان کردہ عقلی وجہ بھی صحیح ہو سکتی ہے۔(۱۵)

محترم مفتی محمد رفیق حسنی صاحب کتب شوافع اور ڈاکٹر مختار کی تائید سے آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ کو نالی یا سوراخ کی بجائے اسے مسام تسلیم کرتے ہیں اور اس سے رسنے والی دوا کو مفسد روزہ تسلیم نہیں کرتے مگر حقیقت یہ ہے کہ آنکھ سے حلق کی طرف براہ راست منفذ ہی نہیں ہے۔

سر سے آنکھوں میں جس راستے سے آنسو آتے ہیں اس راستے کو قناۃ الدمع کہتے ہیں مفردات اصفہانی میں ہے،قناۃ اصل میں قنیت الشیء سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کے جمع کرنے کے ہیں(مفردات القرآن اخلاق،ن،و)مزید لکھتے ہیں یہ لفظ قنیۃ سے مشتق ہے اور اس کا معنی ذخیرہ کیا ہوا مال بخشنے کے ہیں(۱۶)

سرے آنکھ کی طرف جو منفذ ہے اسے Tear duct کہتے ہیں اور انٹرنیٹ پر اس حوالہ سے جو انفارمیشن آرٹیکل ہیں ان میں یہ ملتا ہے کہ آنکھ سے ناک کی طرف ایک تنگ راستہ ہے جسے TEAR DUCT کہتے ہیں، جس کے ذریعے آنکھ سے پانی ناک کی طرف رستا ہے اور پھر گلے کی طرف آ سکتا ہے لیکن براہ راست آنکھ سے حلق کی طرف جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ (یہ آرٹیکل نیٹ پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں)

نیز آنسو کے قطرہ کو Tear Drop کہتے ہیں اور Tear Duct اس نالی کو کہتے ہیں جس میں سے آنسو نکل کر آنکھوں یا ناک میں آتے ہیں۔ (عا) یعنی آنکھ سے آنسو ناک میں آتا ہے نہ کہ براہ راست حلق میں آتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ DUCT نہیں بلکہ PORES ہے یعنی نالی نہیں بلکہ مسام ہے۔ نیز حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب بھی اس منفذ کو اس کی باریکی اور دقت کے سبب اسے نالی یا سوراخ کے بجائے مسام قرار دے رہے ہیں اور دقت و خفت جیسے لفظوں کے باوجود صرف قدیم فقہاء کرام کی رعایت میں اسے بڑا مسام ماننے کو تیار ہیں اور لفظ قناۃ سے بھی یہی مفہوم ماخوذ ہے کہ یہ منفذ نالی یا سوراخ نہیں بلکہ آنکھ میں یہ وہ مقام ہے جہاں آنکھ اور ناک کے مقام اتصال پر پانی، آنسو، دوا ذخیرہ ہوتے ہیں اور پھر وہاں سے باریک مسام PORES کے راستے دوسری جانب رستے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قناۃ یا منفذ سے مراد نالی یا سوراخ ہو تو نالی اور سوراخ میں دوا یا پانی جمع نہیں ہوتا بلکہ رواں رہتا ہے اس لئے قناۃ یا منفذ مسام ہیں کہ جن کے باعث پانی ایک مقام (آنکھ اور ناک کے مقام اتصال) پر رکا رہتا ہے (جسے ہندی میں ٹپکے کہا جاتا ہے) اور دوسری طرف رستا رہتا ہے اور رساؤ صرف نمی پیدا کرتا ہے۔

ڈاکٹر سمیہ خان آئی اسپیشلسٹ (جناح ہسپتال) نے تحقیق کے ضمن میں ہونے والی ایک ملاقات میں بتایا کہ آنکھ سے حلق کی جانب کوئی نالی نہیں ہے بلکہ آنکھ سے ناک کی طرف باریک ترین سوراخ ہے، آنکھ سے براہ راست حلق کی طرف سوراخ نہیں ہے، اور اس بات کا ثبوت اس تصویر سے دیا جس میں آنکھ کے متعلق سے منفذ کی حقیقت بآسانی دیکھی اور سمجھی جا سکتی ہے۔ (وہ تصویر ملاحظہ ہو)

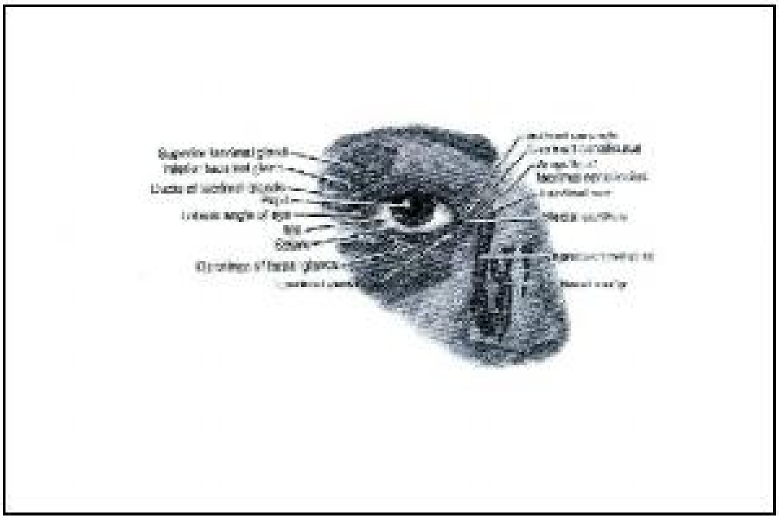

تو ثابت ہوا کہ آنکھ سے حلق کی طرف منفذ میں میڈیکل پوائنٹ آف ویو سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس حقیقت کو قبول کرنے میں اگر کوئی عذر مانع ہے تو بھی فقہی پہلو سے بعض کے نزدیک آنکھ سے حلق کی طرف اور بعض کے نزدیک آنکھ سے ناک کی طرف منفذ ہے اور منفذ کی حقیقت میں بھی اختلاف ہے کہ نالی اور سوراخ ہے یا مسام ہے تو ایسی صورت میں محترم مفتی منیب الرحمن صاحب کا عین الیقین قائم نہ رہا، اس لئے لامحالہ ہمیں جمہور کے مذہب وفتوٰی کی طرف رجوع کرنا ہوگا کہ روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانے اور دوا ٹپکانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

دوا کا محل آنکھ ہے، مثلاً دو قطرے آنکھ میں ٹپکائے گئے، تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایک قطرہ تو بہر حال آنکھ سے باہر بہہ جاتا ہے، دوسرا قطرہ آنکھ اپنے اندر سمو لیتی ہے، چہ جائیکہ آنکھ سے حلق کی طرف منفذ مختلف فیہ ہے، پھر بھی اگر بالفرض اس منفذ کو عین الیقین تسلیم کر لیا جائے تب بھی بقول آئی اسپیشلسٹ ڈاکٹر مختار صاحب آنکھ میں موجود اس دوا کے ایک قطرہ کا ایک ہزارواں حصہ اس منفذ میں داخل ہوتا ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ قطرہ کا وہ ہزارواں حصہ حلق کے راستہ سے جوف معدہ تک پہنچ پائے؟ جبکہ ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب (قائد آباد ہسپتال) کہتے ہیں کہ دوا آنکھ سے ناک میں ایک باریک سوراخ سے بہہ کر آتی ہے وہ بھی تب کہ دوا لمحہ بہ لمحہ ٹپکائی جائے، اگر مریض ناک سے اوپر کی طرف سانس کھینچے گا تو حلق میں جائے گی یا پیچھے کی طرف سر ڈھلکایا ہوا ہو یا مریض لیٹا ہوا ہو تو دوا ناک کے راستہ سے حلق میں چلی جاتی ہے، اگر بلغم کی طرح تھوک دے یا ناک سنک دے تو معدہ میں نہیں جاتی اور اگر معدہ میں چلی بھی جائے تو اس دوا سے معدہ یا بدن کو کوئی منفعت حاصل نہیں ہوتی، اور حلق میں بھی اس کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔

نیز دوا کا محل آنکھ ہے، آنکھ سے حلق کی جانب دوا کے قطرہ کا بطرز سیلان (بہہ کر جانا) ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ منفذ (راستہ) انتہائی باریک اور خفیف ہے جو بشکل مسام PORES ہے، اس لئے اس حد تک تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ قطرہ کا ایک ہزارواں حصہ رطوبت کی شکل میں آنکھ سے منفذ کی طرف صرف نمی پیدا کر سکتا ہے لہٰذا رطوبت یعنی نمی کا منفذ کے ذریعہ پہلے حلق پھر معدہ میں پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے لہٰذا آنکھ میں دوا کے قطرے ٹپکانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، نیز آنکھ میں موجود دوا کا قطرہ اپنے ساتھ آنکھ میں آنسو بھی پیدا کرتا ہے اور آنسو کا پانی دماغ سے آتا ہے، ڈاکٹر سمیہ کے مطابق آنکھ میں دوا کے قطرہ کے ساتھ جو آنسو ملتے ہیں وہ مقدار میں دوا سے زیادہ ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ اصل کے مقابلہ میں آنسو منفذ کی طرف رطوبت پیدا کرتے ہیں، آنسو اگر دوا کی کمترین مقدار کے ساتھ معدہ میں قطرہ بہ قطرہ پہنچ بھی جائے تو وہ بدن کی اصلاح سے قطعاً غیر متعلق ہے لہٰذا مفسد روزہ نہیں ہے۔

سرمہ لگانے سے روزہ اس لئے فاسد نہیں ہوتا کہ سرمہ کثیف اور مجسم ہے اگر چہ وہ دقیق ہے، لیکن وہ بعید منفذ (مسام) کے ذریعہ حلق اور پھر معدہ میں نہیں جاتا، بلکہ سرمہ کے باعث آنکھ کے اندر جو پانی یا آنسو پیدا ہوتا ہے، اس کا منفذ کے ذریعہ حلق تک اور پھر معدہ تک جانا بر تقدیر فرض تسلیم کر لیا جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ کسی چیز کا اثر مسامات کے ذریعہ معدہ میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ مفتی محمد رفیق حسنی صاحب لکھتے ہیں:

''اور اگر کسی چیز کا اثر معدہ میں پہنچے لیکن اس چیز کا عین اور ذات معدہ میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا''

(چند سطور بعد لکھتے ہیں) اگر کوئی چیز بدن کے حصہ میں سوراخوں (مسامات) کے ذریعہ داخل کر دی گئی

لیکن وہ چیز خود بعینہ معدہ تک نہیں پہنچی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا'' (دو سطریں بعد لکھتے ہیں) کیونکہ فساد روزہ کیلئے شرط ہے کہ خود چیز کا عین معدہ کے اندر سوراخوں کے ذریعہ پہنچے۔(۱۸)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سرمہ بعینہ آنکھ سے معدہ میں نہیں جاتا اور دوائی میں آنسو مقدار میں غالب آجاتے ہیں اور حلق کے بجائے ناک کی طرف رستے ہیں پھر ناک سے حلق اور حلق سے معدہ تک پہنچ ہی نہیں پاتے اس لئے نہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہوتا ہے اور نہ آنکھ میں دوا کے قطرے ٹپکانے سے روزہ فاسد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات

۱۔ تفہیم المسائل، ج ۲، ص ۲۰۵ تا ۲۱۰، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی، جون ۲۰۰۲ء

۲۔ بحوالہ رفیق الصائمین، ص ۲۵۲ تا ۲۶۲، مطبوعہ جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم کراچی، اشاعت چہارم ۲۰۰۶ء

۳۔ بنی اسرائیل: ۳۶

۴۔ فرقان: ۶۷

۵۔ صحیحین، مسلم، کتاب النکاح، (نسائی: ۳۲۱۷)

۶۔ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۷۶

۷۔ رفیق الصائمین، ص ۵۸ ـ ۲۵۷، مطبوعہ جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر کراچی

۸۔ بحوالہ رفیق الصائمین، بحوالہ ص ۴۲

۹۔ بحوالہ تسہیل الناشی، ص ۱۲۷، بیت العلم کراچی ۲۰۰۶ء

۱۰۔ رفیق الصائمین، ص ۲۵

۱۱۔ تفہیم المسائل، ج ۲، ص ۲۰۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء

۱۲۔ www.it Dunya.com /t20914

۱۳۔ ہندیہ کتاب الصوم باب فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳، دارالفکر بیروت ۱۹۹۱ء

۱۴۔ رفیق الصائمین، ص ۲۶۰

۱۵۔ رفیق الصائمین، ص ۲۶، ۲۶۳

۱۶۔ مفردات القرآن لفظ ق، ن ی

۱۷۔ آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، سن ندارد

۱۸۔ رفیق الصائمین، ص ۲۵، مطبوعہ جامعہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر کراچی، ۲۰۰۶ء